اللہ کے حقیقی عارفوں کا بیان

علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کشیؒ

عارفوں کے بارے میں مختلف اہل علم کے گیارہ اقوال ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے عارفین وہ ہیں جو بغیر ادراک و احاطہ کے اس کی معرفت میں کامل ہیں اور اس معرفت سے ان کی مراد یہ ہے کہ ذات کو پہچاننا' اس لیے کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معرفت ذات (۲) معرفت صفات

ہمارا اس پر اجماع ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور پہچان میں تحیر اور نقصان جائز اور ممکن نہیں ہے۔

معرفت صفات کی تین قسمیں ہیں

ایک وہ صفات ہیں جو ربوبیت کے مخصوص اوصاف سے تعلق رکھتی ہیں کہ ان میں کسی حال میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا اور ان صفات کے بغیر ذات ''الہ،، ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو ان صفات کی معرفت میں تحیر ونقصان جائز نہیں اور یہ وہ صفات ہیں جو نص سے ثابت ہوئی ہیں اور یقین میں خطاء کا وہم وشبہ نہیں ہوسکتا، اس لیے ان صفات میں تحیر ونقصان جائز نہیں کیونکہ نص، قطعی ویقینی علم کا موجب ہوتی ہے اور وہ صفات جو نص سے یا خبر سے ثابت ہیں لیکن نص میں خطا کا وہم نہیں اور نہ شبہ کو واجب کرتا ہے۔ عام فقہاء نے فرمایا کہ اس میں تحیر جائز نہیں اور اللہ کے کلام پر اور جو اس نے ارادہ فرمایا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ تحیر اور شک کو واجب نہیں کرتا، یہی اصح ہے اور بعض نے کہا: اس میں تحیر وشک جائز ہے۔

صفات میں تحیر توحید ہے اور ذات میں تحیر کفر ہے

بعض متقدمین سے مروی ہے کہ ذات میں تحیر کفر ہے، اس سے ان کی مراد اثبات ذات ہے، اس لیے کہ جو اثبات ذات میں تحیر وشک کرے وہ کافر ہے اور ان کا یہ کہنا کہ صفات میں تحیر وشک توحید ہے، یہ مطلقا نہیں فرمایا بلکہ اسی تفصیل کے مطابق جو ہم نے ذکر کی۔

اشعریہ کہتے ہیں کہ معرفت کی حقیقت یہی ہے کہ معرفت میں حیرت وعجز ہو، اس لیے کہ معرفت میں درک واحاطہ نہیں ہوسکتا۔

بینک قرض' امانت' اموال ظاہرہ وباطنہ کا فرق اور تمیز نہیں جانتے

مبتدعین کا نظریہ

بعض مبتدعین نے کہا اور وہ مصوریہ ہیں کہ جب تک کوئی صورت دل میں متصور نہ ہو معرفت صحیح نہیں ،تعبد وعبادت اس وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ معبود کی صورت سامنے ہو اور یہ کفر ہے۔محمد ابن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بظاہر صورت بنا کر عبادت کرے یا باطن میں فرض کر کے عبادت کرے۔

پھر صورت اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے علم سے معلوم ہے اور ہماری عقل سے معقول نہیں کیونکہ عقل،وہم وخیال اور صورت کو واجب کرتی ہے، یہاں تک کہ اس پر واقف ہو اور اللہ تعالیٰ وہم وصورت وخیال کا خالق ہے،اس معنی کے لحاظ سے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"**تفکروا فی الصفات ولا تتفکروا فی الذات**،،صفات میں تفکر کرو،ذات میں تفکر نہ کرو،اس لیے کہ ذات میں تفکر ماہیت وکیفیت کو واجب کرتا ہے اور جو خدا کو ماہیت اور کیفیت کے ساتھ مانے وہ کافر ہے۔

خدا کیا ہے؟اور کیسا ہے؟

پھر اگر کہے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟تو ہم کہیں گے:سوال ہی محال ہے اور اس کا اعتقاد کفر ہے،اس لیے کہ خدا وہ ہے جو ماہیت اور کیفیت سے پاک ومنزہ ہے۔

معرفت کسے کہتے ہیں یا وہ کیا ہے؟

اگر سوال کیا جائے کہ معرفت کیا ہے؟تو ہم کہیں گے کہ حادث وقدیم میں تمیز کرنا (اللہ) خالق و مخلوق کے درمیان فرق جاننا ہے۔

معرفت کا ایک اور مطلب

بعض کہتے ہیں کہ صانع کی معرفت اس وقت صحیح ہے کہ اپنے نفس وروح کو پہچانے اور جو شخص اپنی روح ونفس کو نہ پہچانے،اس پر صانع کا پہچاننا واجب نہیں اور یہ کفر ہے۔

معرفت کا تیسرا معنی

اور بعض نے کہا کہ جو چیز مدرک ومحاط نہ ہو،اس کا پہچاننا صحیح نہیں اور یہ بھی کفر ہے (اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مدرک

سودی بینکوں سے جتنی جلد ممکن ہو سرمایہ نکال کر غیر سودی (اسلامی)

ومحاط نہیں اور پہچاننا فرض ہے) اس لیے کہ درک و احاطہ فقط محدود و متغیر اور متکون جواہر میں متصور ہوتا ہے اور اللہ تعالی ان امور سے منزہ پاک ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالی کی کیفیت معلوم نہیں یا کہا جائے کہ اس کی ماہیت معلوم نہیں کیونکہ یہ کہنا بھی ماہیت و کیفیت کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور یہ کفر ہے۔

اللہ تعالی کی ذات وصفات بے کم وکیف ہے

اسی طرح یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ اس کی سمع کی کیفیت اور بصر کی کیفیت معلوم نہیں کہ اس میں بھی وہی خرابی ہے جو ہم نے بیان کی۔ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی کے لیے کیفیت، ماہیت اور کمیت نہیں اور اسی طرح اس کی صفات کو سمجھنا چاہیے کہ ان کے لیے کیفیت نہیں۔

اعضاء کی نسبت اللہ تعالی کی طرف بطور نفی بھی درست نہیں

ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ فارسی میں یہ کہنا جائز نہیں کہ "خدا را دست نیست"، (خدا کے ہاتھ نہیں) یا "چشم نیست"، یا "پائے نیست"، یا "زبان نیست"، اور اس کی مانند (اس کی آنکھ، پاؤں، زبان وغیرہ نہیں) اس لیے کہ الفاظ موہم خطاء ہیں کیونکہ عرف وعادت میں جو اندھا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھ نہیں اور ایسے اشل (جس کا ہاتھ شل ہو گیا ہو) کہا جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں اور اپاہج کو کہتے ہیں کہ اس کا پاؤں نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی بغیر آلہ کے سمیع ہے اور بغیر آلہ کے بصیر ہے اور تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ وہ ماہیت و کمیت اور کیف سے پاک ومنزہ ہے تو اول صفات کو ثابت کرے، پھر تشبیہ کی نفی کرے۔

اللہ تعالی کو ساقی اور مہمان نواز نہیں کہہ سکتے

ایسے ہی یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالی ہمارا ساقی ہے اور مہمان نواز ہے کیونکہ یہ مشابہت ومشاکلت کا وہم فرق واقع پیدا کرتا ہے، کیونکہ تمام مخلوق اللہ کی مہمان ہے اور اللہ ان کا رازق ہے اور اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ اپنے بندوں کو دنیا میں رزق دے اور انہیں کھلائے پلائے یا جنت میں رزق دے اور کھلائے پلائے، یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: "وھو یطعم ولا یطعم"، (الانعام: ۱۴) اور وہ کھانا کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔

[illegible]

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے خبر دی اور فرمایا: ''ھو یطعمنی ویسقینی،، (الشعراء:۷۹) کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور فرمایا: ''وسقیھم ربھم،، (الدھر:۲۱) اور ان کے رب نے ان کو پلایا، دنیا اور جنت میں کھانے پلانے میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں آدمیوں کے واسطہ سے اور یہ نظر آتا ہے اور جنت میں واسطہ سے ہوگا مگر وہ نظر نہیں آتا ہے اور بسا اوقات بلاواسطہ کھلانا پلانا ہوتا ہے کیونکہ دونوں حال میں اسقاء واطعام (کھانا، پلانا) من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔

استدلال اور تقلید کا بیان

معتزلہ کہتے ہیں کہ ہدایت وفضل اللہ کی جانب سے ہے، وہ آیات ونشانات ہیں جو اس کی صفات ووحدانیت پر دلالت کرتے ہیں اور یہی اس کا فضل وہدایت ہے (اس کے سوا اور کوئی اس کا فضل وہدایت نہیں) کہ رہنمائی ،مہربانی اور انشراح صدر ہو۔

اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کے لیے ہدایت اور لطف اور عارفین کے لیے انشراح صدر ہے تعریف کے ساتھ)

بعض متصوفین کہتے ہیں: معرفت صانع کے لیے استدلال کی کوئی راہ نہیں، اس لیے کہ اشیاء صانع سے پہچانی جاتی ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اشیاء سے صانع پہچانا جائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی عارفوں کے دلوں کو اور ان کے اسرار کو جذب کرتا ہے اور ان کو اپنی معرفت کی طرف بغیر استدلال کے ہدایت کرتا ہے۔

رب کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں مشاہیر علماء کرام اور مشائخ کے ارشادات ہیں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالی سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ''عرفت اللہ باللہ،، میں نے اللہ کو اللہ سے پہچانا، اگر اللہ نہ ہوتا تو میں اس کو نہ پہچانتا۔

کیا معرفت الہی استدلال سے حاصل ہوتی ہے؟

اس کا جواب ''ہاں،، میں ہے اور معرفت الہی استدلال سے حاصل ہوتی ہے، اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ''انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا،، (الدھر:۳) یقیناً ہم نے اسے راستہ دکھادیا (اب) وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا۔ نیز اللہ تعالی فرماتا ہے: ''وھدیناہ النجدین (الی السبیلین)،، (البلد:۱۰) اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھادیئے۔

حضرت سید امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے خوب صورت بچہ کے پیدا ہونے سے، اس لیے کہ نہ یہ ستارہ سے ہے، نہ طبع سے، بلکہ صانع جل شانہ، کی تقدیر سے ہے۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ فرمایا: ''بفسخ العزائم ونقض الهمم،، کہ ہمارے پختہ ارادوں اور ہمتوں کی شکست وریخت سے (یعنی ''تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ،، سے)۔

حضرت حاتم الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا: تم نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ فرمایا: ہر شے میں اس کا جلوہ دیکھ کر۔

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ آیات دالہ سے استدلال حصول معرفت کے لیے سبب ہے، اس کی رہنمائی اور فضل وکرم سے اور یہی صحیح تر ہے۔

تقلید استدلال کی ضد ہے، چنانچہ اب عنوان کی اس دوسری جز (تقلید) سے بحث ہوتی ہے۔

تقلید کسے کہتے ہیں؟

تقلید کی تعریف یہ ہے کہ بلا دلیل غیر کے قول کو مان لینا۔

بعض حضرات کہتے ہیں: بلا دلیل کسی کے قول وفعل کی متابعت کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

سوال: کیا معرفت وایمان میں تقلید کرنے والا مؤمن ہے یا نہیں؟

جواب: معتزلہ اور اشعریہ کہتے ہیں کہ مقلد (معرفت وایمان میں) مؤمن نہیں ہے۔

فرقہ کرامیہ کی ایک شاخ حقشفہ نے کہا کہ مقلد مؤمن ہے۔

اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں کہ مقلد اگر تصدیق کرتا ہے تو مؤمن ہے۔

مہتدی ابوشکور سالمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلخ میں قاضی امام شیخ الاسلام امام الائمہ ابوسعید خلیل ابن احمد ابن اسمعیل سنجری کا قلمی فتویٰ دیکھا، جوانہوں نے کسی کے اس سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ مقلد فی الایمان مؤمن ہے یا نہیں؟ فرمایا: نرا مقلد مؤمن نہیں، اس لیے کہ معرفت صانع میں اس کو تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ جب کہ آیات وعلامات اور آثار صانع کے وجود پر شاہد عدل ہیں، جیسے زمین وآسمان، سورج، چاند، رات

سود پر کاروباری قرضوں سے بچو / بچاؤ اور اپنی معیشت سنوارو

،دن اور تمام اشیاء میں اس کی تاثیر ظاہر ہے، یہ صانع کے اثبات اور اس کی وحدانیت پر دلیل ہے۔

ایمان میں تقلید جائز نہیں

معتزلہ کہتے ہیں کہ ایمان میں تقلید جائز نہیں اور مقلد مؤمن نہیں۔

معتزلہ تقلید کس کو کہتے ہیں؟ معتزلہ کے ہاں تقلید کا معنی یہ ہے کہ ہر مسئلہ کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے، احکام وشرائع اور معرفت صانع اور معرفت رسول اس کے لیے واجب وضروری ہے کہ دلیل وحجت سے مانے ،بغیر شبہ کے بیان کرے تاکہ تقلید سے نکل جائے ،ان کے مذہب میں ان کے اصول ہیں اور پانچ مسائل ہیں، ان کا نام اصول خمس ہے، جو ان مسائل کو نہ جانے ان کے نزدیک وہ مسلمان نہیں۔

(۱) مسئلہ توحید (۲) مسئلہ عدل (۳) مسئلہ بین (۴) مسئلہ وعد (۵) مسئلہ وعید

مسئلہ توحید: مسئلہ توحید یہ ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن مخلوق ہے اور اللہ تعالی کے لیے صفات نہیں اور صفات غیر اللہ ہے اور غیر اللہ قدیم نہیں تو صفات مخلوق ہوں گی۔

مسئلہ عدل: اور مسئلہ عدل میں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نہ شر کو پیدا کرتا ہے، نہ شر کا ارادہ کرتا ہے اور نہ شر کو چاہتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ شر کو پسند کرے اور اس کا ارادہ کرے اور چاہے اور پھر فاعل شر (برائی کرنے والے کو) عذاب دے تو یہ عدل نہیں۔

مسئلہ بین: مسئلہ بین یہ ہے کہ مؤمن جب کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا تو وہ کفر واسلام کے بین یعنی درمیان ہوگا۔

مسئلہ وعد ووعید: اور مسئلہ وعد ووعید یہ ہے کہ ان کے نزدیک اللہ تعالی پر واجب ہے کہ ثواب وعقاب تو جب ثواب کا یا عقاب کا وعدہ کیا تو جائز نہیں کہ وہ ثواب وعقاب کو روکے اور اگر ثواب سے روکا یا عقاب سے باز رہا تو یہ ان کے نزدیک عدل نہیں ہے۔ یہ اصول خمس (پانچ اصول) یعنی معتزلہ کا پانچ نکاتی پروگرام ہے۔ تو جو ان پانچوں اصولوں کو نہ مانے اور معتقد نہ ہو، ان کے نزدیک وہ مؤمن نہیں تو مقلد ہو جائے گا اور اس معنی کے لحاظ سے اہل سنت وجماعت نے کہا کہ مقلد مؤمن ہے، اس لیے کہ ہر شخص کے لیے ناممکن ہے کہ وہ

تقلید سے خارج ہو جب کہ یہی تقلید ہے۔

اشعریہ کہتے ہیں کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو بجمیع صفاتہ دلیل وحجت کے ساتھ جاننے اور بیان کرنے پر قادر ہو تو حد تقلید سے نکل جاتا ہے۔

کرامیہ کہتے ہیں: جس نے ''لاالــــہ الاالــلــہ،، (یعنی کلمہ طیبہ) پڑھا اور اللہ کو نہیں پہچانا اور صانع ومصنوع میں فرق نہ جانا اور اس کا معتقد بھی نہ ہو تو بھی مؤمن ہے اور یہ ہی تقلید محض ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے فقہائے اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں کہ اکیلا قول ہی (یعنی محض کہنا) ایمان نہیں اور مقلد جب تصدیق کرتا ہے تو مؤمن ہے اور اگر تصدیق نہیں کرتا تو مؤمن نہیں۔

اہل سنت وجماعت کی دلیل کہ مقلد محض مؤمن نہیں، یہ ہے کہ صحت ایمان کے لیے تصدیق شرط ہے اور تصدیق بغیر معرفت کے نہیں ہوتی اور معرفت بغیر استدلال کے نہیں ہوتی اور یہی معنی ہیں، اس جواب کے کہ جس کی طرف شیخ امام خلیل ابن احمد سنجری نے اشارہ کیا تو جو شخص جانتا ہے کہ میرے لیے صانع اور تمام عالم کے لیے صانع ہے تو وہ حد تقلید سے نکل گیا اور صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ جب تجھ سے کوئی سوال کرلے کہ تجھ کو کس نے پیدا کیا؟ اور تو جواب میں کہے: اللہ نے یا کہے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے نے تو وہ مقلد محض نہیں اور اس کا ایمان صحیح ہے اور اگر کہے، کہ میں نہیں جانتا اور باوجود اس کے کہ کلمہ پڑھتا ہے تو اہل سنت وجماعت کے نزدیک مؤمن نہیں اور کرامیہ نے کہا کہ وہ مؤمن ہے اور ایک مسئلہ امام محمد ابن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''جامع کبیر،، میں فرمایا، جو ہمارے قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ عورت جب صفت ایمان واسلام کو نہ جانے تو میاں بیوی میں تفریق کردی جائے گی۔

اس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب اس کے سامنے ایمان واسلام اور دین کی صفت بیان کی جائے تو اگر کہے: میں ایمان لائی اور تصدیق کرتی ہوں تو حد تقلید سے نہیں نکلی اور نکاح اس کا جائز ہے اور اگر کہتی ہے کہ میں نہیں جانتی پہچانتی تو اس کا نکاح جائز نہیں۔

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اس کے سامنے ایمان کی صفت بیان کی جائے پھر کبھی درست بیان کرے اور کبھی خطا تو اگر وہ خطاء وصواب کو جانتی ہے تو اس کا نکاح جائز ہے اور اگر خطاء وصواب کو نہیں پہچانتی تو نکاح جائز نہیں۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں: تقلید صحیح جو کہ اہل سنت کے نزدیک ایمان ہے، وہ یہ ہے کہ جس کا لوگ کلمہ شہادت اور اذان کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں اور اس کی تفسیر نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کو خیر کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تقلید

احترام رمضان میں گالم گلوچ لڑائی جھگڑا سے بچو

کے ساتھ من حیث الصنع والتاثیر (تاثیر وضع کی حیثیت سے) اور اسلام کا صحیح اعتقاد کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اسلام خیر الادیان ہے، لیکن زبان سے اس کا وصف نہیں کر سکتے تو وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک مؤمن ہیں۔

روایت: ایک روایت ہے کہ حضرت حماد ابن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس مسئلہ کو اپنے والد سے دریافت کیا تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ وہ اس کے فائدہ کو جانتا ہے اور نام سے جاہل ہے، عالم ہے اس کے نفع کا اور جاہل ہے اس کے نام سے، یہ ایسے ہے جیسے دو پیالے ہیں، ایک میں شہد ہو اور دوسرے میں زہر اور ایک شخص ہے کہ عسل وسم (شہد اور زہر) کے ناموں سے واقف نہیں، لیکن یہ جانتا ہے کہ شہد زہر سے اچھا اور بہتر ہے تو نام سے جاہل ہونا اس کو نقصان نہیں دیتا اور اگر کسی شخص کے سامنے ایمان اور شرائط بیان کیے جائیں تو وہ سن کر اعتراف کرے تو مؤمن ہوگا اور اگر ایمان واسلام و دین اور اس کے شرائط سننے کے بعد کہے کہ میں نہیں جانتا تو مؤمن نہ ہوگا۔

رکن ایمان کا بیان

معلوم ہونا چاہیے کہ لوگوں نے ایمان کے رکن، اس کی شرائط وصف اور اس کے حکم میں کلام کیا ہے۔

جہم ابن صفوان کہتا ہے کہ ایمان کا رکن معرفت بالقلب ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

حشویہ اور متقشفہ کہتے ہیں کہ ایمان کا رکن صرف اقرار ہے بغیر اعتقاد کے۔

بعض کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان کا رکن زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد کرنا (یعنی ماننا) اور عمل بالارکان یعنی اعضاء سے عمل کرنا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مسلک ہے۔

معتزلہ کہتے ہی کہ ایمان کا رکن زبان کے ساتھ اقرار کرنا، دل سے اعتقاد رکھنا اور اعضاء سے عمل کرنا اور کبائر سے بچنا ہے۔

حروریہ اور خارجیوں کا کہنا ہے کہ ایمان کا رکن اقرار لسانی، تصدیق قلبی، عمل بالارکان اور صغائر وکبائر سے اجتناب کرنا ہے اور صحیح تر یہی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ ایمان کا رکن اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب ہے، یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح روزانہ کا اہتمام کرو

مؤمن کے تین درجے ہیں

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایمان کے تین درجے ہیں:

(۱) ایک وہ جو اللہ کے نزدیک مؤمن ہے اور لوگوں کے نزدیک کافر ہے، یہ وہ ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے جیسا کہ اس کو پہچاننے کا حق ہے اور توحید کا معتقد ہے، دین کا اعتقاد کرتا ہے اور کفر سے بیزار ہے۔ لیکن اس سے اقرار ظاہر نہیں ہوا یا وہ جانتا نہیں کہ اقرار کیسے کرتے ہیں (یعنی اقرار کی کیفیت سے ناواقف وانجان ہے) اور تقیۃ کفر کو ظاہر کرتا ہے تو یہ اللہ کے ہاں مؤمن ہے اور عند الناس کافر ہے۔

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک کافر ہے اور لوگوں کے نزدیک مؤمن اور یہ وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اقرار کرتا ہے، لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا تو بظاہر اس کو مسلمان کہا جائے گا اور اللہ کے نزدیک کافر ہوگا۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے تو یہ اور فرشتوں کے نزدیک اور انسانوں کے نزدیک مؤمن ہے۔ لیکن جس نے کہا کہ ایمان صرف معرفت بالقلب ہے بغیر اقرار کے اور کہا کہ جب اپنے رب کو جانتا ہے تو اس کو معصیت مضر نہیں، اگرچہ رب کو گالی دے جیسے دل کی معرف کے بغیر اقرار فائدہ نہیں دیتا تو ایسے ہی معرفت کے ساتھ انکار نقصان نہیں دیتا۔

ہم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت کے ساتھ اقرار کو شرط قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :''مما عرفوا من الحق ،، (المائدہ:۸۳) اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ نیز فرمایا:''فاثابھم اللہ بما قالوا ،، (المائدہ:۸۵) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کہنے کے بدلے عطا کیے، اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں مامور ہوں کہ کافروں سے جہاد کروں یہاں تک کہ کہیں''لاالہ الااللہ ،،۔ نیز فرمایا: جنت کی کنجی''لاالہ الااللہ ،، ہے اور حضور اقدس ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس نے خالصا مخلصا''لاالہ الااللہ ،، کہا جنت میں داخل ہوگا، اعتقاد کے ساتھ ساتھ اقرار کو بھی شرط قرار دیا، اس سے ثابت ہوا کہ نری معرفت کا نام ایمان نہیں ہے اور معنی اس میں یہ ہے کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کو خوب جانتا تھا لیکن جب اس کی زبان سے کفر صادر ہوا تو کافر ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''الذین آتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم ،، (البقرہ:۱۴۶) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس (نبی) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ پھر معرفت مع

انکار یا بغیر اس کو دنیا وآخرت میں نفع نہیں دے گی تو ثابت ہوا کہ خالی معرفت ایمان نہیں اور اللہ نے فرمایا: یکتمون الحق وھم یعلمون ،،(البقرہ:۱۴۶) کہ وہ حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، تو وہی صحیح ہے جو ہم نے کہا ہے۔

اب رہے وہ لوگ کہ جو کہتے ہیں: خالی اقرار ہی ایمان ہے تو یہ بھی مفضی الی الکفر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے منافقین کے ایمان باطل ہونے کی شہادت دی، جہاں فرمایا کہ ’’واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون ،،(المنافقون:۱) اور اللہ تعالی گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں، اور جو محض اقرار کو ایمان کہتا ہے اس نے منافقین کے ایمان کی صحت کا حکم کیا اور یہ عقیدہ کفر ہے۔ اور اللہ تعالی نے اقرار کے ساتھ اعتقاد کو شرط قرار دیا ہے، ان دلائل مذکور سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ منافقین کا ایمان تو ایمان ہے ہی نہیں لیکن غیر منافقین محض اقرار سے مؤمن ہو جائیں گے، اس لیے کہ وہ کافر نہیں لیکن مخطی ومبتدع ہوگا، اس لیے کہ اس نے نص وخبر کی مخالفت کی اور اگر وہ کہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ احکام دنیا میں اس کا ایمان صحیح ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے اور احکام آخرت میں اس کا ایمان صحیح نہیں تو یہ صحیح ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

اور لیکن جس نے یہ کہا کہ ایمان نام ہے اقرار باللسان تصدیق بالجنان، عمل بالارکان کا، انہوں نے اس آیت سے احتجاج کیا: ’’ومآامروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ ،،(البینۃ:۵) اور انہیں یہی حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کریں صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرکے بالکل اسی کی طرف متوجہ ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکواۃ دیں اور یہ نہایت سیدھا دین ہے۔ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے اخلاص کا، نماز کا، زکواۃ کا۔ پھر فرمایا: ’’ذلک دین القیمۃ ،، تو دین نام رکھا شرائع کے پائے جانے کے بعد۔ تو ثابت ہوا عمل بالارکان بھی جزو ایمان ہے۔

اور حضرت امام جعفر ابن محمد صادق رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ عن ابیہ عن جدہ کہ نبی کریم سے دریافت کیا، حضور نے فرمایا: اقرار باللسان، تصدیق بالجنان اور عمل بالارکان اور اس مسئلہ میں نص ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

مسلمانوں کو روزانہ قرآن پڑھنے کا عادی بنانا صاحبان علم کی ذمہ داری ہے

اورآپ کا جواب یہ ہے کہ ''لیعبدوا اللہ ،، کا معنی ہے:''یوحدوا اللہ،، یعنی اللہ تعالی کو ایک جانیں۔

اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ قرآن پاک میں جہاں عبادت کا نام آیا ہے، اس سے مراد توحید ہے اوراس لیے کہ اللہ تعالی نے ان کا نام مسلمان رکھا، ابھی نماز کا حکم بھی نہیں آیا تھا۔ پھرفرمایا کہ''حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ ،، خبردی اس بات کی کہ فعل مؤحدین کا ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں اورضمیر''ذلک،،''دین القیمۃ،، (البینہ ۵) ایک طرف کے ہوکراور نماز قائم کریں اورزکواۃ دیں، میں''لیعبدوا اللہ،، کی طرف لوٹتی ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اگرمراد شرائع واحکام ہوتے تو''ذلک،، کی جگہ''تلک دین القیمۃ،، ہوتا اوراس پر دلیل یہ ہے کہ قصہ یوسف میں ہے:''ان الحکم الاللہ امر ان لاتعبدوا الاایاہ ذلک الدین القیم ،، (یوسف:۴) حاکمیت صرف اللہ تعالی کی ہے، اس نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے۔ معنی اس میں یہ ہیں کہ ہم کہیں کہ عمل اگرایمان میں سے ہے تو واجب ہوتا کہ انسان خراسان میں ہوتا اورایمان مکہ میں مدینہ وعراق میں اس لیے کہ حج کرے مکہ میں اورنماز پڑھے مدینہ وعراق میں اوررباطات (جہاد کے گھوڑے) ومساجد قناطیر (پلیں) مختلف شہروں میں اورمحال ہے کہ ایمان ایک جگہ ہواورمؤمن دوسری جگہ اوراس حدیث کا جواب جوجعفر صادق سے روایت ہے، ہم نے کہا: العمل بالارکان سے مرادشرائع ایمان ہے اوراس سے مراد شرائط ایمان ہیں اوراگرعمل شرائط ایمان سے ہوتا تو بغیرعمل کے ایمان صحیح نہ ہوتا اوراس پر ہمارا اجماع ہے کہ بغیرعمل کے ایمان صحیح ہے تواس سے ثابت ہوا کہ شرائع سے ہے شرائط سے نہیں اورتحقیق اس کی اللہ تعالی کا قول ہے کہ''قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوۃ ،، (ابراہیم:۳۱) میرے مؤمن بندوں سے فرمادیں کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ نماز سے پہلے مؤمن نام رکھا۔ صحیح ہوا جو ہم نے کہا کہ عمل ایمان نہیں اورلیکن جس نے کہا کہ ایمان اقرار باللسان اورتصدیق بالجنان اورعمل بالجوارح اورتجانب عن الکبائر ہے اورکہا کہ جو کبیرہ کا مرتکب ہوا، ایمان سے خارج ہوگیا، اس سے حجت پکڑتے ہیں: وان اطعتموھم انکم لمشرکون،، (الانعام:۱۲۱) اوراگرتم نے ان کی پیروی کی توتم مشرک ہو۔

اوراللہ تعالی فرماتا ہے:''الزانی لاینکح الازانیۃ اومشرکۃ ،، (النور:۳) اورزانی صرف زانیہ عورت یامشرکہ سے نکاح کرے، اورنبی کریم سے مروی ہے کہ فرمایا: زانی جس وقت زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا اورچور جس وقت چوری کرتا ہے وہ مؤمن نہیں ہوتا اورشرابی جس وقت شراب پیتا ہے وہ مؤمن نہیں

ہوتا، نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قصداً نماز کو چھوڑا وہ کافر ہے۔

ایک سجدہ نہ کرنے سے شیطان کا کافر ہونا، تو جو پوری نماز ترک کردیتے ہیں؟

نیز حضور ﷺ نے فرمایا: عبد اور کفر کے درمیان نہیں مگر ترک صلوۃ اور نیز اس لیے بھی کہ ایک سجدہ کے ترک سے ابلیس کافر ہوگیا تو جس شخص نے تمام نمازوں کو ترک کر دیا تو وہ بہ طریق اولی کافر ہوگیا۔

جواب یہ ہے کہ ''ان اطعتموھم انکم لمشرکون ،، کہ یہاں اطاعت سے مراد اطاعت فی الشرک ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم میتۃ (مردار) کھاتے ہیں، یہ اللہ کا ذبیحہ ہے تو یہ زیادہ حلال اور زیادہ طیب وستھرا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم نے مشرکوں کی اطاعت کی تو تم بھی اس عقیدہ سے مشرک ہوجاؤگے اور جواب اس آیت کا کہ ''الزانی لاینکح الازانیة اومشرکة،، ہم نے کہا: سعید بن میتب نے فرمایا کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر ''فانکحوا ماطاب لکم من النسآء ،، (النساء:۳) اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کرو، سے منسوخ ہوگیا۔

اور لفظ ثانی یعنی ''اومشرکة،، لفظا خبر ہے اور مراد اس سے نہی ہے اور ''لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ،، کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ زانی زنا کرنے کے وقت امن من عذاب النار نہیں رہتا یعنی وہ مؤمن (یعنی امن والا نہیں ہے عذاب سے)۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے بدلیل اس کے جو حضور سے مروی ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جاؤ اور ان لوگوں کو کہہ دو کہ ''**من قال لااله الاالله دخل الجنة** ،، کہ جس نے ''**لااله الاالله**،، کہا جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابودرداء نے کہا: ''**وان زنی وان سرق** ،، اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وان زنی وان سرق،،۔ تین مرتبہ حضور ﷺ نے اسی طرح فرمایا اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ جس نے قصداً نماز کو ترک کیا وہ کافر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کفران نعمت کیا، نہ یہ کہ اللہ تعالی کے ساتھ کفر کیا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے قصہ سلیمان علیہ السلام میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''لیبلونی ء اشکر ام اکفر ،، (النمل ۴۰) کہ وہ ضرور مجھے آزمائے گا کہ میں شکر گزار ہوں یا ناشکرا۔ اور انبیاء کرام سے کفر باللہ متصور نہیں، تو ثابت ہوا کہ یہاں بھی کفران نعمت مراد ہے نہ کہ کفر باللہ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس نے ترک صلوۃ کو حلال جانا وہ کافر ہے۔

اور یہ کہنا کہ ابلیس ایک سجدہ نہ کرنے سے کافر ہوگیا، ہم کہتے ہیں کہ سجدہ ترک کرنے سے کافر نہیں ہوا بلکہ اس

اپنے بچوں کو حافظ بناؤ ۔۔۔ قرآن کو سینوں میں محفوظ کرو

کا کفر تو اس سے ثابت ہے کہ اس نے تکبر کیا، سجدہ کرنے سے انکار کیا اور خود پسندی کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کی، جب ہی تو کہا: ''خلقتنی من نار وخلقته من طین،، (الاعراف:۱۲) یعنی اس نے کہا: یہ حکمت کے خلاف ہے، کہ تو مجھے سجدہ کرنے کا حکم دے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت ''خلقتنی من نار وخلقته من طین،، (الاعراف:۱۲) کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، کی تفسیر میں فرمایا کہ اس آیت میں دعویٰ ربوبیت ہے۔

کبیرہ گناہوں سے ایمان سلب نہیں ہوتا

اس کی دلیل کہ کبائر سے ایمان سلب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقی،، (البقرہ:۲۵۶) پس جو (۱) مشکوٰۃ شریف عربی ص۱۴، میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ کلمہ طیبہ ''لاالٰہ الااللہ،، پڑھے، پھر وہ اس کلمہ پر فوت ہوجائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا: اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔ میں نے دوبارہ عرض کی کہ اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے؟ تو فرمایا: اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔ میں نے تیسری بار پھر عرض کیا کہ اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے؟ تو فرمایا: اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے، ابوذر غفاری کی ناک کو خاک آلود کر کے (یعنی ان کی ناپسندیدگی کے باوجود) وہ جنت میں جائے گا۔ (۱۲اشرف قادری)

بتوں سے بری الذمہ ہوکر اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو یقیناً اس نے بڑی مضبوط گرہ پکڑ لی جو کھل نہیں سکتی ''فمن یکفر بالطاغوت،، یعنی بتوں سے بیزاری کی ''ویؤمن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقی لاانفصام لها،، ابن عباس نے فرمایا: ''لاانقطاع لها سوی الجنة،، تو اگر کبیرہ کے ساتھ کافر ہو جاتا تو ''عروہ وثقی،، کے ساتھ تمسک نہ ہوتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''توبوا الی الله جمیعا ایها المؤمنون،، (النور:۳۱) مسلمانو! تمام کے تمام اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا حکم دیا اور توبہ تمہارے نزدیک کبیرہ گناہوں سے ہوتی ہے، پھر ان کبیرہ کے مرتکب کو مومن فرمایا اور نیز ارشاد خداوندی ہے: ''یاایها الذین امنوا توبوا الی الله توبة

نصوحا،، (التحریم:۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاف دل سے خالص توبہ کرو۔ ان کو مؤمن فرمایا اور توبہ کا حکم دیا، تو ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سلب نہیں ہوتا، لہٰذا اس پوری گفتگو کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ اجتناب عن الکبائر (کبائر سے بچنا) شرط ایمان نہیں۔

ایمان کی دو قسمیں

(۱) مجمل (۲) مفسر (مفصل)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں: مجمل اور مفسر۔

ایمان مجمل: ایمان مجمل کی صورت یہ ہے کہ کہے: ''**آمنت باللہ وملئکتہ وبجمیع ماقال اللہ علی ماارادالله وآمنت برسول الله وبما قال رسول الله علی ماارادرسول الله ویعلم ویعتقد**،، یعنی میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان اور تمام ان چیزوں پر جو اللہ نے فرمائیں اور جو ارادہ فرمایا۔ اور میں ایمان لایا اللہ کے رسول ﷺ پر اور تمام ان باتوں پر جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائیں اور جو حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا اور جن چیزوں پر حضور ﷺ کا اعتقاد ہے اور جو حضور ﷺ مانتے ہیں۔

ایمان مفسر: ایمان مفسر کی صورت یہ ہے کہ ایمان کی تمام شرائط کو ذکر کرے اور جانے اور اعتقاد کرے اور ان سب پر ایمان لائے۔

سوال: ایمان مفسر بعد المجمل بنفسہ ایمان ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس میں اختلاف ہے کہ ایمان مجمل کے بعد ایمان مفسر بنفسہ ایمان ہوگا یا نہیں؟ تو بعض کہتے ہیں کہ یہ مجمل کی تکرار ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ (ایمان مفسر بعد از مجمل) بنفسہ ایمان ہے۔

زیادہ صحیح وہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ اس حال میں ہے کہ جب اس کے سامنے ایمان کے اوصاف اور شرائط بیان کیے جائیں تو اگر وہ کہے کہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ان باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے تو دیکھیں گے اگر وہ حربی دار الحرب میں ہے یا ذمی ہے، اجمالا ایمان لایا اور تفسیر کو نہیں جانتا تھا تو جب اس نے جان لیا اور کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا تھا، اب میں ایمان لاتا ہوں تو اس کا پہلا ایمان معتبر ہوگا اور اگر تفسیر ایمان سنا کر ایمان نہ لائے تو اس کو مرتد کہا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہے اور دار الاسلام میں پیدا ہوا اور پھر کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ ان باتوں پر ایمان لانا واجب ہے تو اس کا پہلا ایمان مجمل ایمان نہیں، از سر نو ایمان لائے اور وہ احکام جو ایمان مفسر سے پہلے تھے نکاح وغیرہ وہ جائز نہ ہوں گے اور نہ وہ منعقد ہوں گے اور سب احکام اس کے باطل

ہوں گے۔

اور بعض محققین نے فرمایا: اس کے جملہ احکام زمانہ ایمان مجمل کے صحیح ہیں، عبادت ہو یا معاملہ البتہ نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ نکاح، ایمان مجمل بوصف الایمان صحیح نہیں ہوتا۔

ایمان مجمل کن چیزوں سے مکمل ہوجاتا ہے؟

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایمان مجمل ایک شہادت یعنی ''لاالــــہ الاالـلــــہ ''، کہنے سے تمام ہوجاتا ہے۔ پھر اس پر اوصاف ایمان کی تقریر اور اس پر ثابت رہنا واجب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان مجمل دو شہادتوں سے ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: ''**لاالہ الااللہ محمد رسـول اللہ**''، پھر اس پر ثبات وتقریر واجب ہے اور تمام اوصاف ایمان اور شرائط ایمان اور ہر اس چیز پر کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے، امر ونہی، ناسخ ومنسوخ اور احکام کہ کرنے کے ہیں اور یا کرنے کے نہیں، یعنی صحت ایمان کے لیے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے، سب کو جاننے اس لیے کہ صحت ایمان کے لیے یہ شرط ہے اور ایمان کا وصف ہے اور دلیل یہ ہے جو حضور نے ارشاد فرمایا ''**ان تـؤمـن بـاللـہ و مـلـئـکتہ و کتبہ ورسلہ والبـعـث بـعـد الموت والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ**''، یہ کہ تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتب، اس کے رسولوں، موت کے بعد اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے اور عنقریب ہم ذکر کریں گے۔

ایمان کا حکم کیا ہے؟ ایمان کا حکم عدالت ہے۔

ایمان کا موجب کیا ہے؟

ایمان کا موجب (مقتضی) جب کہ تصدیق سے مقرون ہو، اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جنت ہے اور اگر زبان سے اقرار کرے اور دل سے اعتقاد نہ کرے تو اس کو مسلمان کہا جائے گا۔ مسلمانوں والے احکام اس پر جاری ونافذ ہوں گے، جب تک خلاف اسلام اس سے کوئی بات ظاہر نہ ہو اور جو تم کو سلام کرے اس کو یہ مت کہو کہ تو مؤمن نہیں یعنی اس کو جو پہلے کافر تھا یہ نہ کہو: تو مسلمان نہیں۔ ''**ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا**''، (النساء:۹۴) اور وہ شخص جو تمہیں سلام کہے تو تم اسے یہ نہ کہو تو مؤمن نہیں، یعنی جب وہ کہے: ''**السلام علیکم انی مؤمن**''، کہ میں مسلمان ہوں تو اس کا قول قبول کیا جائے گا، دنیوی احکام میں۔ پھر اگر اس کے دل میں اعتقاد نہیں تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، جنتی نہیں اور اس کا حکم منافقین کا سا ہوگا۔ (جاری ہے)